© rasailojaraid.com

بند پڑا تھا وہ یکدم کھلا اور امڈ پڑا۔ اب اگر آگے بھی یہ سلسلہ جاری رہا تو سیلابِ مزاح کے چڑھ آنے کا اندیشہ ہے۔ مشتاق یوسفی اور کرنل محمد خاں جیسے حضرات توجہ کریں۔

مزاحیہ ادب کی صنف فی الحقیقت اصلاح کا بھی لطیف ذریعہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے اہلِ صلاحیت کو کام میں لا کر اعلیٰ انسانی و روحانی اقدار کو لمعاں و تاباں کرنا چاہیے۔ ورنہ ہم آنسوؤں اور خون کے سمندر میں تیرنے والوں سے اگر ماہرین قہقہے لگوالیں تو کونسا کمال ہوا اور حاصل کیا۔ ہنسنے ہنسانے کے بعد پھر وہی آنسو' وہی لہو' وہی لاشیں' وہی انسانیت آزاری' وہی ظلم!

بھئی سنجیدہ تحریر ہو یا مزاحیہ اس فضا کو بدلنے کی سعی کی ضرورت ہے۔ آج کل زمین کے مادی ماحول کی فکر میں اقوام عالم سرگرداں ہیں۔ کسی کو یہ بھی احساس ہے کہ ایمانی' اخلاقی اور روحانی آلودگیاں کتنی بڑھ گئی ہیں۔ (ن - م)

آگ' خون اور کشمیر: مصنف: آغا اشرف۔ ناشر: جہانگیر بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ پر جدید مشینی طباعت۔ صفحات ۳۲۴' مضبوط جلد' جلد پر رنگین طباعت میں منظر کشمیر۔ قیمت ۹۰ روپے۔

میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ وہی آغا اشرف ہیں جن کو میں جانتا ہوں' جن کا مجھ سے ۷۹-۷۸ میں رابطہ ہوا۔ کتاب کے آئینے میں انہی کی تصویر دکھائی دیتی رہی۔ اور اگر کوئی دوسرے آغا اشرف ہیں تو فنّی و ادبی لحاظ سے یہ بھی کم نہیں۔ اچھے کام کرنے والے لوگ سب اپنے ہی ہیں۔

یہ کتاب بعض جگہ محض بیانیہ بھی ہے' مگر غلبہ ناول کے سے انداز کو حاصل ہے۔ بلکہ اسے ناول ہی کہنا چاہیے۔ یہ ناول کہیں تو واقعاتی تاریخ کا عکس پیش کرتا ہے اور کہیں تاریخ کی تکمیل تھام لیتا ہے۔ یہ ایک جملہ روحِ معنویت کو بیان کرتا ہے: "مجاہدینِ کشمیر کے خون سے آزادی کا سورج طلوع ہونے والا ہے" (ابتدائیہ)۔

پہلا باب جبل پور اور ساگر کے واقعات سے شروع ہوتا ہے۔ اس باب میں برہمن مہاجن سامراج کے آلۂ کار بے شعور ہندوؤں نے جس طرح کے مظالم مسلمانوں پر ڈھائے' جس طرح سرکاری محکمہ ہائے قیامِ امن نے کارنامے دکھائے' جس طرح بات بگاڑ بگاڑ کر پروپیگنڈا کیا گیا۔ عورتوں سے زیور ہتھیائے گئے' مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ خوب کہا: "لاکھوں روپے کی جائیداد کی قیمت ایک دیا سلائی۔" پھر ایک دلچسپ کردار شام بابو کا ابھرتا ہے جس کے ذہن میں "کپکپاتے ہوئے شعلے چیختے رہے۔ چلاتے رہے!" (کپکپاتے ہوئے شعلے کیا معنی' اردو زبان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی بات نہیں کی جا سکتی۔) یہ کردار بھٹا کر کہتا ہے کہ "اقلیت کی ہزاروں مسلمان لڑکیوں کی عصمت کے خون کا قصاص کون لے گا ـــــ کب لیا جائے گا۔" "ان کو جبراً بیویاں اور رنڈیاں بنانے کا یہ اخلاق سوز مشغلہ کب تک جاری رہے گا؟" اور پھر "متشدد ہندو تنظیموں کے ان راونوں اور راکششوں کو روندنے والا' ان کی وحشت و بربریت کی لنکا کو پھونکنے والا کوئی رام' کیا رام بھومی اجودھیا سے اب کبھی جنم نہ لے گا؟" ـــــ اجودھیا کے رام! تم کہاں ہو؟

"وہ ایک بگولے کی طرح پیچ و خم کھاتے ہوئے پھر کمرے میں چلا آیا اور بستر پر گر کر سسکیاں لینے لگا۔"

دراصل آغا اشرف نے جو مختلف تاریخی ابواب کتاب میں جمع کیے ہیں ان میں سے اس پہلے باب کا مقصد یہ ہے کہ ہندو ذہنیت' ہندو مذہب' ہندو تہذیب اور ہندو کردار کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے جو اپنا آخری روپ کشمیر میں دکھاتا ہے۔ بیچ کے مختلف ابواب میں بھارتیوں کی مسلم کشی کے لیے شہر بہ شہر فسادات کا ذکر ہے۔

دوسرے باب میں بات اجنتا اور ایلورا سے چلتی ہے کہ "آدمی سے زیادہ ننگی ترنگی ناچ رہی ہے"۔ ہندوؤں کا بت پرستانہ اور جنس پرستانہ ثقافتی منظر دکھایا گیا ہے۔ یہاں جو الفاظ اور اصطلاحات استعمال کیے گئے ہیں اور جس طرح کی انسانی ذہنی پستیاں اور جسموں کے کرتب پیش کیے گئے ہیں' وہ ناول نگار کی مہارت کا ثبوت ہیں۔ ثقافتی پس منظر قدیم اور منظر جدید۔ دلچسپ امتزاج ہے۔ یہ باب بڑھتے بڑھتے ہمیں "موت کا لمبا سفر" طے کراتا ہے' تقسیم کے وقت کی انسانی خونخواری کا سرخ سین سامنے آجاتا ہے۔

ہر باب پر گفتگو کرنا مشکل اور اہم ادبی لطافتیں سامنے لانا مزید مشکل۔ اور دل پر پتھر رکھ لینا اور بھی مشکل۔ مگر ہمارا راستہ مشکل ہے ہی۔ مختصر یہ کہ طرح طرح کے ثقافتی اور تفریحی مشغلوں کے اندر سے بھارت کے لیڈروں اور عامیوں کے ہر طرح کے کردار جھانکتے دکھائی دیتے ہیں۔

"وہ مسلمان تھا' یوسف تھا اس کا نام' وہ کشمیر کا باشندہ تھا۔" بس یہاں سے کشمیر کی داستان خونچکاں شروع ہوتی ہے۔ قصے کا پہلا دردناک دور تقسیم کے زمانے سے متعلق ہے۔ اور دوسرا حال سے۔ بہرحال یوسف مرکزی ہیرو بن جاتا ہے۔ اور جہاد کی کہانی کے لیے ہیروئن شاہینہ قرار پائی ہے۔

"کشمیر میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ انسان ابھی تک صلیب پر لٹک رہے ہیں" ـــــ "اور صلیب سے ٹپکتے ہوئے لہو کی ہر بوند سے ایلی ایلی لما سبقتنی کی آوازیں بلند ہو کر پوری کائنات میں گونج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہی ہیں۔"

"آپریشن ناکام رہا ــــ فلائیٹ لیفٹیننٹ چل بسے۔"

"یہاں آکر ناول ختم ہوتا ہے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ پوری کہانی کا خلاصہ' واقعات کے الٹ پھیر' حیرتناک حوادث' مصنف کے خوبصورت جملوں اور وسعتِ معلومات کو بیان کیا جا سکے۔"

مختصر یہ کہ یہ ایک اہم کتاب ہے۔ (ن - ص)

اذان اور دوسرے افسانے: چوہدری غلام جیلانی مرحوم۔ ناشر: عبدالحفیظ' البدر پبلی کیشنز۔ ۲۳ راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ' طباعت کمپیوٹرزی' صفحات ۱۹۹۔ سرورق رنگین اور دبیز' قیمت ۴۵ روپے۔

میں جب مدیرِ چراغِ راہ تھا ــ نئے خطوط پر کام کرنے والا پہلا ادبی رسالہ ــ تو لکھنے والے کم تھے' کچھ تیاری کے مرحلے تھے' کچھ کو چراغ راہ اکسارہا تھا' اور چند اصحاب پہلے سے صاحب مقام تھے (چاہے شہرت نہ رکھتے ہوں)۔ انہی میں سے چوہدری غلام جیلانی تھے۔ یکایک یہ نمودار ہوئے اور مدیرِ چراغِ راہ کا ہاتھ بٹانے کے لیے افسانے مہیا کرنے لگے۔ کچھ افسانوں کے ذریعے' کچھ دوستوں کے ذریعے اور کچھ خود جیلانی صاحب کے ذریعے جاناکہ ان کا مطالعہ بڑا وسیع ہے۔ خصوصیت سے وہ فرانسیسی ادب میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ لہذا جو کچھ لکھ کر وہ بھیجتے' دیکھ کر جی خوش ہو جاتا۔

یہ مجموعہ ان کے پندرہ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی بھی چیز کچی اور پھسپھسی نوعیت کی نہیں۔ "اذان" چھوٹی سی کہانی ہے' وہ کیا ہی شاندار سبق دیتی ہے۔ ترقی پسندوں نے جب اپنے جھکڑ چلا رکھے تھے' جیلانی کا "اذان" لکھنا گویا اذان کہنا ہی تھا۔ کہانیوں میں مذہبی الفاظ یا عنوانات کا آنا رجعت پسندی کی دلیل قرار دے کر ہر لکھنے والے پر وہ لوگ ایک ٹھپہ لگا دیتے تھے۔ ہم بہت سے ساتھیوں کے ناموں پر انہوں نے رجعت پسندی کے ٹھپے لگا رکھے تھے۔ خدا کے بندوں کی متعصبانہ ذہنیت میں اتنی ذرا سی دراڑ بھی نہ تھی کہ وہ کسی اچھے ادبی افسانے یا پرکشش شاعری کے متعلق یہی کہہ دیتے کہ فنی لحاظ سے خوب' مگر ہمارے فلسفہ کے لحاظ سے مسترد۔ افسوس ہے کہ ایسے تھڑدلے لوگ ہمارے ہاں بڑے انسان سمجھے جاتے ہیں۔ "تحریک" کا ماحصل واقعی یہی ہے کہ "تم عورت کو نہیں سمجھتے۔" "آدھی موت" بڑا اچھوتا خیال ہے اور ایک مبتلائے مصیبت کو ماں کی ماتا بچالیتی ہے جو دو ڈھلکتے آنسوؤں میں جلوہ گر ہے۔

© rasailojaraid.com